سوڈان ــــ علیحدگی کی راہ پر

این – ایم – لیش*

تلخیص: راشد بخاری

سوڈانی صدر عمر حسن البشیر نے کچھ عرصہ پہلے اپنے ایک بیان میں جنوبی سوڈان کی علیحدگی کا عندیہ دیا تھا تا کہ سوڈان پیپلز لبریشن مومنٹ (SPLM) کے ساتھ جاری طویل جنگ کا خاتمہ ہو سکے۔ کیا صدر کے اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۹۷ء میں جنوبی حصے کو دیا جانے والا ہچکچاہٹ آمیز حقِ خود ارادیت سوڈان کی واقعی دو حصوں میں تقسیم کا باعث بن رہا ہے یا اس طرح صدر نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (NDA) کی چھتری تلے جلاوطن متحدہ حزب اختلاف میں پھوٹ ڈلوانا چاہتے ہیں؟ یا ان کا مقصد مغربی خصوصاً امریکی تنقید کو غیر مؤثر اور دھیما کرنا ہے؟

سوڈانیوں میں لسانی اور مذہبی اختلافات نمایاں ہیں۔ شمال کے عربی النسل اور افریقی تقریباً تمام مسلمان ہیں۔ جنوب کے لوگ ان سے بالکل مختلف، زیادہ تر افریقی اور غیر مسلم ہیں۔ سیاسی عوامل کی وجہ سے بھی ملک کو متحد رکھنے یا تقسیم کر دینے پر کشمکش جاری ہے۔ ۱۹۵۵ء میں آزادی سے ایک سال قبل ہی شمال کے سیاستدانوں کی پالیسیوں سے نالاں جنوب نے سول وار (خانہ جنگی) شروع کر دی تھی اور علیحدگی کو ہی واحد حل قرار دیا تھا۔

۱۹۷۲ء میں جنوب کے گوریلوں نے مرکزی حکومت کے تحت مقامی طور پر خودمختاری حاصل کر لی تھی اس امید پر کہ وہ اب خود اپنے پر حکومت کر سکیں گے، اپنی معاشی اور تعلیمی پالیسیاں خود نافذ کریں گے، لیکن یہ امیدیں جلد ہی دم توڑ گئیں جب آمر صدر جعفر نمیری نے ۱۹۷۲ء کے ان کے ساتھ کیے جانے والے معاہدے کو ۱۹۸۳ء میں منسوخ کر دیا۔ نمیری نے، جو ۱۹۶۹ء میں فوجی کارروائی کے نتیجے میں برسر

* Ann M. Lesch, "Sudan: The Torn Country", *Current History*. May 1999, pp. 218 - 222

اقتدار آئے تھے، جنوب کو دوبارہ تین علیحدہ صوبوں میں تقسیم کر کے پورے ملک میں شریعت نافذ کردی اور حکم جاری کر دیا کہ جنوب میں نئی دریافت شدہ آئیل فیلڈز کے محاصل بھی مرکزی حکومت کے پاس جمع کرائے جائیں۔ اس طرح تنوع میں اتحاد اور تکثیریت کا جو نظام بن رہا تھا ٹوٹ پھوٹ گیا اور جنوب میں دوبارہ ہنگامے شروع ہو گئے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس بار سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ (SPLM) جو اس احتجاج کی قیادت کر رہی تھی نے علیحدگی کو اپنی منزل قرار نہیں دیا۔ اس کے بجائے انہوں نے جمہوریت کی بحالی، مذہبی آزادی اور اختیارات کی تمام سوڈانیوں میں جائز تقسیم کا مطالبہ کیا۔ یہ بھی حیرت انگیز ہے کہ اکثر مسلمان سیاستدانوں نے بھی نمیری کے نفاذِ شریعت کو مسترد کر دیا۔ امت پارٹی کے قائد صادق المہدی، جن کے دادا مہدی نے ایک صدی قبل یہاں اسلام کا پرچم لہرایا تھا، نے بھی کہا کہ نفاذِ شریعت نمیری کی آمریت مضبوط کرنے کی کوشش ہے۔

شمال کی غیر مطمئن سیاسی طاقتوں اور ناراض فوج نے ۱۹۸۵ء میں نمیری کا تختہ الٹ دیا۔ ۱۹۸۶ء میں انتخابات کے نتیجہ میں کثیر جماعتی نظام بحال ہو گیا اور مہدی وزیر اعظم بن گئے۔ تاہم اس کے باوجود خانہ جنگی جاری رہی۔ سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ کے قائد امریکہ میں تعلیم یافتہ، جان گیرنگ نے شریعت کے خاتمے تک جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ مہدی شریعت کے نفاذ پر تنقید کے باوجود اسے ختم کرنے کی جرات نہ کر سکا اس سلسلے میں اسے نیشنل اسلامک فرنٹ (NIF) کی مخالفت کا سامنا تھا جس کے قائد حسن الترابی نے اعلان کیا تھا کہ جو اسلامی قوانین کو منسوخ کرے گا وہ اسلام کا غدار ہے۔ مہدی نے البتہ یہ ضرور تجویز کیا کہ جنوب میں اسلامی قوانین نافذ نہ کیے جائیں۔ اسی طرح اس نے حدود (شرعی سزاؤں) پر عمل درآمد بھی بند کر دیا۔

مئی ۱۹۸۸ء میں ترابی نے دو ماہ میں اسلامی قوانین کے جامع نفاذ کی شرط پر حکومت میں شمولیت اختیار کر لی۔ حکومت میں شامل دوسری بڑی مسلم جماعت ڈیموکریٹک یونینسٹ پارٹی (DUP) کے قائد عثمان المرغانی نے اسے اس لیے قبول نہ کیا کہ ترابی کے اقدامات ملک توڑنے کا باعث بن جائیں گے۔ نومبر ۱۹۸۸ء میں انہوں نے آپس کے مسائل جنگ کے بجائے مذاکرات سے نمٹانے کے لیے جارج

گیرانگ سے شریعی قوانین کو جامد کرنے اور قومی آئینی کانفرنس قائم کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ مہدی نے اس معاہدے کو اپنے لیے ایک خطرہ محسوس کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ معاہدہ اسلامک فرنٹ کے بنیادی نظریے کے بھی خلاف تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس معاہدے کو پارلیمنٹ میں توثیق کے لیے پیش نہ ہونے دیا اور یونینسٹ پارٹی کو کابینہ سے انخلاء پر مجبور کردیا۔ فوج کی اعلیٰ کمان، جو جانتی تھی کہ جنوب سے جنگ جیتی نہیں جاسکتی، نے مہدی پر دباؤ ڈال کر اسلامک فرنٹ (NIF) کو کابینہ سے نکلوا دیا اور معاہدہ کی توثیق کروادی۔

۳۰ جون ۱۹۸۹ء کو جب حکومت نے شریعی قوانین (حدود) کو معطل کیا، اسلامک فرنٹ نے فوج کے اسلامی ذہن رکھنے والے افسروں کے مختصر گروپ کی مدد سے جن کے قائد بریگیڈیر عمر البشیر تھے، اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

بشیر نے فوراً مذکورہ معاہدے کو کالعدم قرار دے دیا، پارلیمنٹ کو معطل کردیا، سیاسی جماعتوں اور یونینوں پر پابندی لگادی اور سخت گیر مارشل لاء کے ذریعے اسلامی قوانین نافذ کردیے۔ ۱۹۹۳ء میں فوجی کمانڈ کونسل نے خود کو سول کابینہ میں تبدیل کرلیا۔ ۱۹۹۶ء میں بشیر صدر منتخب ہوئے اور ترابی نومنتخب پارلیمنٹ کے سپیکر بن گئے۔ اس سے بھی بڑھ کر حکمرانوں نے سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ (SPLM) کے خلاف جنگ کو جہاد قرار دے دیا اور یکم جنوری ۱۹۹۹ء کو جامع اسلامی آئین متعارف کروایا۔

خانہ جنگی، جو ۱۹۸۹ء میں ختم ہونے کے قریب تھی، فوجی حکومت کے قیام سے اس کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ سیکولر یا اسلامی نظام کے سوال پر مذاکرات میں ناکامی کے بعد سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ (SPLM) نے حق خود ارادیت کا مطالبہ کردیا جس کا مطلب تھا کہ جنوب والے علیحدگی کا فیصلہ خود کر سکیں۔ حکومت نے اس مطالبہ کا سخت جواب دیا کہ علیحدگی صرف بندوق کی نوک پر ہی ہوسکتی ہے۔ لبریشن موومنٹ (SPLM) نے صرف سیکولر نظام کے نفاذ کی صورت میں متحد رہنے پر آمادگی ظاہر کی جو حکمرانوں کو قابل قبول نہ تھا۔

چنانچہ حکومت کی طرف سے ۹۷-۱۹۹۶ء میں حق خود ارادیت پر آمادگی کے اشاروں کو درست سمجھنا دشوار تھا۔ حکومت نے لبریشن موومنٹ کے ساتھ دو معاہدوں میں اسلامی فیڈریشن کے اندر انہیں خود حکومتی

کی اجازت دی تھی جس میں حق خودارادیت کے لیے ایک ریفرنڈم کرانا بھی شامل تھا۔ تاہم یہ سب کچھ بہت مبہم الفاظ میں کہا گیا۔ ڈاکٹر حسن ترابی نے بھی کہا تھا کہ اگر جنوب کو وفاقی نظام کی پیش کش قبول نہیں تو وہ علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ تاہم یہ نظر آتا ہے کہ حکومت لبریشن موومنٹ (SPLM) کے جنوبی مخالفین پر مشتمل کوآرڈی نیٹنگ کونسل اور جنوبی سوڈان ڈیفنس فورس کے ذریعے جنوبی سوڈان کو کنٹرول کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز یہ کہ جنوب پر فوج کا کنٹرول بھی برقرار رہے گا۔ ان اقدامات کے نتیجے میں منصفانہ ریفرنڈم کا انعقاد مشکل نظر آتا ہے۔

اپوزیشن پارٹیاں حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شمال میں یونینسٹ پارٹی اور دیگر سیکولر حلقے تقسیم ملک کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس طرح ان کا خیال ہے کہ اسلامی حکومت کی گرفت زیادہ مضبوط ہو جائے گی اور وہ زیادہ تنہا ہو جائیں گے۔

سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ (SPLM) کا کہنا ہے کہ وہ صدر کی حق خودارادیت یا تقسیم کی پیش کش کو اسی وقت سنجیدگی سے لے گی جب وہ اسے باقاعدہ پڑوسی حکومتوں کے تعاون سے جاری مذاکرات میں پیش کریں گے۔ صدر کی یہ پیش کش نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (NDA) کے لیے دھمکی بھی ہو سکتی ہے جو علیحدگی کے حق میں نہیں ہے۔ لبریشن موومنٹ کے لیے یہ حکومت کے سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کا موقع ہے۔

بہرحال مذاکرات کی کامیابی کے امکانات کم ہیں۔ مذاکرات کے لیے بین الحکومتی کوششیں، اریٹریا اور ایتھوپیا کے سرحدی جھگڑوں سے متاثر ہو سکتی ہیں۔ مصر بھی سوڈان سے نالاں ہے جو مصر میں اسلام پسند گروہوں کی مدد کر رہا ہے۔ ہمسایہ ممالک کانگو، سنٹرل افریقن ریپبلک اور چاڈ سوڈانی حکومت کے حمایتی ہیں جبکہ یوگنڈا اور اریٹریا نیشنل ڈیموکریٹک الائنس اور لبریشن موومنٹ کے اتحاد کی مدد کر رہے ہیں جبکہ لیبیا ثالثی کا خواہش مند ہے۔

اقوام متحدہ بھی مذاکرات کی کامیابی کے لیے کوششیں کر رہا ہے۔ عالمی امداد دینے والی ایجنسیوں کو بھی امن معاہدے کے بغیر علاقے میں قحط پھوٹ پڑنے کا خدشہ ہے۔ اقوام متحدہ نے جنوری میں ۲۰۰ملین ڈالر کی امداد کی اپیل کی تھی تاکہ ۶ء۲ملین جنوبی سوڈانیوں کو فاقہ کشی سے بچایا جا سکے۔

امریکہ-سوڈان تعلقات

امریکہ سوڈان تعلقات ۱۹۸۹ء میں زیادہ خراب ہونے شروع ہوئے جب امریکی اہل کاروں نے سوڈانی حکومت کو کمزور کرنے کی کوششیں کیں۔ پھر خلیج کے بحران میں سوڈان کی طرف سے عراق کی حمایت سے یہ تعلقات مزید بگڑ گئے۔ ۱۹۹۲ء میں امریکہ نے سوڈان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مذمت کی۔ ۱۹۹۳ء میں امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے سوڈان کو ان ممالک کی فہرست میں درج کر لیا جو دہشت گردی کی مدد اور حمایت کرتے ہیں۔ ۱۹۹۶ء کے اوائل میں امریکہ نے سوڈان سے اپنا سفیر واپس بلا لیا اور سوڈان پر تجارتی پابندیاں عائد کر دیں۔ ۱۹۹۷ء میں امریکہ نہ صرف سوڈان کو تنہا کرنے کی کوشش کر رہا تھا بلکہ لبریشن موومنٹ کے گوریلوں کو بالواسطہ طور پر اسلحہ بھی فراہم کر رہا تھا۔

خرطوم کی فارماسوٹیکل فیکٹری پر امریکی میزائل کے حملے سیاسی طور پر نقصان دہ ثابت ہوئے اور سوڈان کو بین الاقوامی طور پر ہمدردی حاصل ہوئی۔ ان حملوں کے بعد سے امریکہ خرطوم کو سیاسی مذاکرات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جنوب کے لیے حق خود ارادیت ایسا مسئلہ ہے جس پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ لیکن کیا صدر عمر البشیر اپنی پیش کش میں سنجیدہ ہیں؟

سوڈان میں سیاسی بحران شدید ہو چکا ہے۔ اسلامی حکومت کے تحت اتحاد کا قیام مشکل ہے، لیکن متبادل سیاسی نظام بھی موجود نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ علیحدگی یا تقسیم سے اختلافات دور ہو جائیں گے لیکن اس طرح خصوصاً شمال میں نئے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ علیحدگی کا حکومتی ارادہ بھی ابھی مشکوک ہے۔ بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لیے سیاسی قوتوں کی نااہلیت سے ملک اور عوام تباہ ہو رہے ہیں۔